ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

اسلامی اور چینی تہذیب میں نظام حکمرانی اور عدل کا تقابلی مطالعہ: تاریخی و فکری تناظر میں

A Comparative Study of the Systems of Governance and Justice in Islamic and Chinese Civilizations: A Historical and Intellectual Perspective

Liaqat Ali Qadri
Ph.D. scholar, Islamic Studies, NCBA&E Lahore.
E-Mail:peer.qusuri@gmail.com
Dr. Farooq Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
NCBA&E, DHA Campus, Lahore
Email: abuahmadfarooq@gmail.com

Abstract:
The system of governance and the concept of justice have played a fundamental role in the development, stability, and continuity of human civilizations. Islamic and Chinese civilizations represent two major and historically influential traditions that developed distinctive political, legal, ethical, and social systems over many centuries. This study presents a comparative analysis of the systems of governance and justice in Islamic and Chinese civilizations from historical and intellectual perspectives.

The study examines the fundamental principles of Islamic governance, including divine sovereignty, justice, consultation (Shura), trust, accountability, equality, and the rule of law. In Islamic civilization, governance is regarded as a responsibility and trust rather than merely a means of exercising political authority. The Qur'an emphasizes justice in governance and decision-making, while the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and the practices of the Rightly Guided Caliphs provide important practical examples of accountable and just governance. The development of institutions such as Qada (judiciary), Hisbah, and Mazalim further contributed to the institutionalization of justice in Islamic civilization.

In contrast, the Chinese system of governance developed through a combination of traditional political institutions and philosophical schools, particularly Confucianism and Legalism. Confucian political thought emphasized the moral character of the ruler, social harmony, ethical education, filial responsibility, and proper social relationships. Legalist thought, on the other hand, emphasized strong centralized authority, clearly defined laws, administrative control, and punishments as instruments for maintaining social order. The concept of the Mandate of Heaven also provided an important moral and political framework by linking the legitimacy of the ruler with his ability to govern responsibly and maintain social order.

The comparative analysis demonstrates that both civilizations attached considerable importance to the moral conduct of rulers, social stability, law, administrative organization, and the welfare of society. However, significant differences existed in their sources and foundations. Islamic governance was fundamentally rooted in divine revelation, Islamic law, moral accountability before Allah, and the concept of justice as a religious obligation, whereas traditional Chinese governance was largely shaped by philosophical ethics, imperial institutions, bureaucratic administration, and the principle of social harmony.

The study concludes that although Islamic and Chinese civilizations developed within different religious, philosophical, and historical contexts, both produced sophisticated traditions of governance and justice. Their comparative study provides valuable insights into the relationship between political authority, morality, law, accountability, and social justice. The research also suggests that a balanced understanding of these historical experiences can contribute to contemporary discussions concerning good governance, institutional accountability, justice, and social stability.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

Key Words: *Islamic Civilization, Chinese Civilization, Governance, Justice, Comparative Study, Shura, Confucianism, Legalism, Mandate of Heaven, Islamic Political Thought.*

تعارف:

انسانی تہذیب کی تشکیل میں نظامِ حکمرانی اور عدل و انصاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی معاشرے کی سیاسی پائیداری، معاشرتی استحکام، انسانی حقوق کا تحفظ اور اجتماعی ترقی اس امر سے گہرا تعلق رکھتے ہیں کہ وہاں اقتدار کس اصول کے تحت قائم ہوتا ہے، حکمران اور رعایا کے باہمی تعلقات کی نوعیت کیا ہے، قانون کی حیثیت کیا ہے اور عدل کے تقاضوں کو کس حد تک عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ تاریخِ عالم میں اسلامی اور چینی تہذیبیں ایسی دو عظیم تہذیبی روایات ہیں جنہوں نے طویل عرصے تک وسیع معاشروں کی سیاسی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اسلامی تہذیب میں نظامِ حکمرانی کی فکری بنیاد قرآن و سنت، عدل، شوریٰ، امانت، مساوات، احتساب اور انسانی حقوق جیسے اصولوں پر استوار ہوئی۔ اسلام نے حکمران کو مطلق العنان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ اور رعایا کے حقوق کا محافظ قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء:58)۔ اس آیت میں حکمرانی اور عدل دونوں کو امانت و ذمہ داری کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

دوسری جانب چینی تہذیب میں نظامِ حکمرانی کی تشکیل قدیم چینی فلسفیانہ افکار، بالخصوص کنفیوشسی فکر، Legalism، شاہی مرکزیت اور Mandate of Heaven یعنی "آسمانی فرمان" کے تصور سے ہوئی۔ کنفیوشسی فکر میں حکمران کے اخلاقی کردار، سماجی ہم آہنگی اور ذمہ داری کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، جبکہ Legalist فکر نے قانون، ریاستی نظم اور سزا کے ذریعے معاشرتی استحکام پر زور دیا۔

تعارفِ موضوع

اسلامی تہذیب کا آغاز ساتویں صدی عیسوی میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ریاستِ مدینہ کے قیام سے ہوا۔ آپ ﷺ نے حکمرانی کے ایسے اصول متعارف کرائے جن میں عدل، مشاورت، امانت، ذمہ داری، انسانی احترام اور قانون کی پابندی کو مرکزی مقام حاصل تھا۔ خلفائے راشدین کے ادوار میں ان اصولوں کو مزید عملی وسعت ملی اور بعد کے فقہاء نے احکام السلطانیہ، القضاء، الحسبہ، المظالم اور السیاسۃ الشرعیۃ جیسے موضوعات کے ذریعے اسلامی سیاسی و عدالتی فکر کو منظم کیا۔

چینی تہذیب کی سیاسی روایت اس سے کہیں قدیم ہے۔ ژو دور سے لے کر چن، ہان، تانگ، سونگ، منگ اور چنگ ادوار تک چین میں مختلف سیاسی و قانونی نظام تشکیل پاتے رہے۔ کنفیوشس کی اخلاقی تعلیمات نے حکمران کے کردار، خاندان، سماجی نظم اور اخلاقی تربیت کو اہمیت دی، جبکہ Legalism نے مضبوط مرکزی ریاست، قانون اور سزا کو ریاستی نظم کا ذریعہ قرار دیا۔ بعد کے ادوار میں کنفیوشسی اخلاقیات اور شاہی بیوروکریسی نے چینی حکمرانی کی نمایاں خصوصیات تشکیل دیں۔

اس موضوع کے تحت یہ دیکھا جائے گا کہ دونوں تہذیبوں میں اقتدار کا تصور، حکمران کی حیثیت، قانون کی بالادستی، عدلیہ، احتساب، انسانی مساوات، رعایا کے حقوق، معاشی عدل اور ریاستی ذمہ داری کو کس انداز میں سمجھا گیا۔

اہمیتِ موضوع

اس موضوع کی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

1۔ اسلامی اور چینی تہذیب دنیا کی بڑی اور قدیم تہذیبی روایات ہیں۔ دونوں کے تقابل سے تہذیبوں کے سیاسی و عدالتی تصورات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

2۔ یہ تحقیق اسلامی نظامِ حکمرانی میں عدل، شوریٰ، امانت، احتساب اور انسانی حقوق کی اہمیت کو اجاگر کرے گی۔

3۔ چینی تہذیب کے کنفیوشسی، Legalist اور شاہی سیاسی تصورات کا منظم تعارف سامنے آئے گا۔

4۔ تحقیق سے یہ واضح ہو گا کہ اسلامی تصورِ عدل وحی، تقویٰ اور آخرت کی جواب دہی سے مربوط ہے، جبکہ چینی تصور میں اخلاقی کردار، سماجی ہم آہنگی اور ریاستی نظم کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

5۔ یہ مطالعہ اس بات کو سمجھنے میں مدد دے گا کہ مختلف تاریخی ادوار میں سیاسی اور عدالتی ادارے کس طرح ارتقاپذیر ہوئے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

سوالاتِ تحقیق

اس تحقیق میں درج ذیل بنیادی سوالات کا جواب تلاش کیا جائے گا:

- اسلامی تہذیب میں نظامِ حکمرانی کے بنیادی اصول کیا ہیں؟
- اسلامی تہذیب میں عدل کا مفہوم اور اس کی بنیادی فکری بنیادیں کیا ہیں؟
- اسلامی تہذیب میں عدالتی نظام اور احتساب کے اداروں نے کیا کردار ادا کیا؟
- کنفیوشسی فکر نے چینی نظامِ حکمرانی کو کس حد تک متاثر کیا؟

مقاصدِ تحقیق

اس تحقیق کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

- اسلامی نظامِ حکمرانی کے بنیادی اصولوں کو واضح کرنا۔
- اسلامی تہذیب میں عدل کے تصور کا تحقیقی جائزہ پیش کرنا۔
- چینی نظامِ حکمرانی کے تاریخی ارتقا کا جائزہ لینا۔
- کنفیوشسی سیاسی فکر کی بنیادی خصوصیات کو واضح کرنا۔

اسلامی تہذیب میں نظامِ حکمرانی کی فکری بنیاد قرآن و سنت، شوریٰ، امانت، عدل، اطاعتِ قانون، احتساب اور انسانی حقوق پر قائم ہوئی۔ قرآن مجید نے حکمرانی کو محض اقتدار نہیں بلکہ امانت اور ذمہ داری قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾۔[1]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

دوسری طرف چینی تہذیب میں نظامِ حکمرانی کی تشکیل قدیم چینی فلسفے، خصوصاً کنفیوشس (Confucius) کی اخلاقی و معاشرتی فکر، Legalism، شاہی روایت اور "Mandate of Heaven" یعنی آسمانی فرمان / مقبولیتِ آسمانی کے تصور کے ذریعے ہوئی۔ چینی سیاسی فکر میں حکمران کو مثالی اخلاقی کردار کا حامل ہونا چاہیے اور اگر وہ ظلم و بدعنوانی میں مبتلا ہو جائے تو اس کے اقتدار کی اخلاقی بنیاد کمزور ہو جاتی ہے۔

نظامِ حکمرانی

نظامِ حکمرانی سے مراد وہ سیاسی، انتظامی اور قانونی ڈھانچہ ہے جس کے ذریعے ریاست کے معاملات چلائے جاتے ہیں، اقتدار تقسیم ہوتا ہے، قوانین نافذ کیے جاتے ہیں، شہریوں کے حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں اور ریاستی نظم قائم رکھا جاتا ہے۔

حکمرانی کے بنیادی عناصر میں:

- اقتدار کا سرچشمہ
- حکمران کا انتخاب یا تقرر
- قانون سازی
- انتظامیہ
- عدلیہ
- احتساب
- شہری حقوق

[1] النساء:58

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

- ریاستی ذمہ داریاں

شامل ہوتے ہیں۔

عدل

عدل کے لغوی معنی انصاف، برابری، اعتدال اور حق دار کو اس کا حق دینے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام اور حق کے مطابق فیصلہ کرے، کسی پر ظلم نہ کرے اور ہر شخص کو اس کا جائز حق پہنچائے۔ چینی فکری روایت میں عدل کو جدید قانونی اصطلاح میں سمجھنے کے بجائے (義) Yi یعنی راست بازی، اخلاقی درستگی، اور سماجی ذمہ داری کے تصورات کے ذریعے سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ کنفیوشسی روایت میں "Yi" اور "Li" (مناسب اخلاقی و سماجی آداب) معاشرتی نظم کے اہم عناصر تھے۔

کنفیوشس ازم کے مطابق ملک پر حکمرانی کے حاکم کو خیر خواہی کے اصول اپنانا چاہئے۔ کیونکہ ماضی کے مشہور "چن سلطنت" کے دو بادشاہوں یو اور شن نے خیر خواہی سے اپنی حکومت کی۔ کنفیوشس نے ملک میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے حکمرانوں اور عوام چو سلطنت ([1]) کے رسم ورواج کو اپنانے پر زور دی ([2]) کنفیوشس ازم میں حاکم اور رعایا دونوں کے تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ کنفیوشس نے زور دیا کہ حکمرانی کے لیے دیانت داری، دانائی اور صحیح عقیدہ ہونا بہت ضروری ہے اور حاکم کو اپنے نام کی لاج رکھنی چاہیے۔[3]

الف۔ کنفیوشس ازم میں اصول حکمرانی

کنفیوشس ازم کے مطابق حکمران ایسے وزراء اور افسروں کو منتخب کرے جو کہ بلند اخلاق و کردار کے مالک ہوں عوام سے حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔ اور اگر ان سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور غلطی کے مرتکب ہو جائے تو اعلی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی کو قبول کریں۔ اگر ایک حکمران (بادشاہ، صدر یا وزیر اعظم) کا ذاتی کردار اچھا ہے، تو قوانین بنائے اور احکامات جاری کیے بغیر بھی اس کی حکومت مضبوط اور موثر رہے گی۔ لیکن حکمران کا ذاتی کردار اچھا نہیں، تو پھر وہ لاکھ قوانین بنائے اور احکامات جاری کرے، کوئی ان کی پروا نہیں کرے گا۔ جب کسی ملک میں اچھی حکومت آجائے، حکمران با اصول اور باصلاحیت ہوں، تو وہاں عام لوگوں کے قول و فعل میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ لیکن ملک میں بری حکومت آجائے اور بے ایمان لوگ حکمران بن بیٹھیں، تو وہاں عام لوگوں کے قول بلند ہو جائیں گے اور افعال پست یا افعال بلند ہو جائیں گے۔ کنفیوشس کے اصول حکمرانی درج ذیل ہیں۔

1۔امانت داری

سربراہ کے لیے حکومت بھی ایک امانت ہوتی ہے۔ لہذا کسی بھی حکمران کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکومتی امور میں ایمان داری سے کام کرے اگر دیانت داری سے کام نہ لیا جائے تو معاشرے میں ناانصافی پھیل جائے گی۔ یہ حکمرانوں کا ہی یہ فرض نہیں ہے کہ وہ امانت اور دیانت پر عمل کریں بلکہ عوام بھی اس کے مکلف ہیں۔ اگر حاکم اور رعایا مل کر ان صفات کی تکمیل میں حصہ لیں اور اشتراک عمل کریں تو وہ دنیا میں ایک نیک معاشرے کا قیام عمل میں لے آئیں اور فتنوں کا سدباب ہو۔

امانت کا عام مفہوم بہت وسیع ہے اس میں زندگی کا ہر شعبہ شامل ہے یہ مفہوم جس طرح حکمران پر لاگو ہے اسی طرح رعایا پر بھی منطبق ہے اور دونوں اس کے مکلف ہیں، اسی وجہ سے منافقت، جھوٹ، دھوکہ دہی، چال بازی، مکر و فریب یہ سب دیانت اور دین داری کے خلاف باتیں ہیں۔ کسی کو غلط مشورہ نہ دینا، نیک مشورہ دینا، یہ ہی دیانت اور نیکی کا کام ہو گا۔ کنفیوشس نے حکمرانی کا پہلا اصول امانت کو کہا ہے۔ کنفیوشس کا شاگرد تزو چانگ (Tzu Chang) جانا چاہتا تھا کہ اسے حکومتی کارندے کے طور پر کام کرنا ہو گا اور پھر کیا مشاہدہ ہو گا۔ کنفیوشس نے کہا:

> کشادگی سے سنیں اور شکوک کو ترک کر دیں۔ باقی معاملات میں ہوشیاری سے بات کریں، کم سے کم الزامات لگیں گے۔ مشاہدہ فراوانی سے کریں اور تنہائی کو ایک طرف چھوڑ دیں۔ باقی معاملات میں کام چوکنی سے کریں، ندامت

---

[1] چو سلطنت کے لوگ گیارہویں صدی کے قریب چین کے مغرب میں رہتے تھے۔ جو سلطنت کے حکمرانوں کا دعویٰ تھا کہ ان کو آسمان نے ملک کا نظم وضبط برقرار کرنے کے لیے منتخب کیا تھا اور چو سلطنت کے حاکم چو وُوَانگ (Zhou wo wang) نے ایک طاقت در شانگ سلطنت کو شکست دی تھی۔

[2] James Legge,The She King (Grater Odes of the Kingdom Odes of the Temple and The Altar),1 -9.

[3] The Hutchinson, Dictionary of world History(Helicon Publishing Ltd,1998), 149۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کم ہو گی۔ جو کہا جائے گا، اس کے متعلق کم از کم الزامات لگیں گے۔ اور جو کیا جائے گا، اس کے متعلق کم از کم ندامت ہو گی۔ یہی ایک سرکاری کارندے کا کام اور مشاہدہ ہے "۔[1]

کنفیوشس نے کہا:

"By nature, men are nearly alike; it is by custom and habit that they are set apart.".[2]

"فطرت کے لحاظ سے، مرد تقریبا ایک جیسے ہوتے ہیں۔ یہ رواج اور عادت سے ہے کہ وہ الگ ہو جاتے ہیں)۔

نیز کنفیوشس کہتا ہے:

اگر آپ بے ایمان اور بے انصاف حکام کی جگہ منصف اور ایماندار لوگوں کو لائیں گے، تو لوگ آپ کی عزت کریں گے اور مطیع ہو جائیں گے، لیکن اگر ایماندار اور منصف حکام کی جگہ بے ایمان اور بے انصاف حکام کو لا کھڑا کریں گے، تو پھر لوگ نہ آپ سے خوش ہوں گے نہ مطیع رہیں گے "۔[3]

2-عوام الناس کے لیے فیض رسانی

حاکموں کے لیے دفتروں میں بیٹھ کر فیصلے کرنا فیض رسانی نہیں، بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عملی میدان میں آئیں اور لوگوں کی آسانیوں کے لیے کام کریں۔ حاکم جو فیصلہ کر رہا ہو اس میں کم از کم عوام کی مشکلات کو خاطر میں رکھنا چاہیے۔ اگر حاکم آسانیاں پیدا کرے گا تو لوگ حاکم کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔

آقا کی بات کو من و عن تسلیم کریں گے حاکم تو لوگوں کے لیے عملی نمونہ ہوتا ہے جیسا حاکم ہو گا ویسی ہی عوام ہو گی۔ حاکم کو اپنی پر آسائش زندگی چھوڑنی ہو گی۔ کنفیوشس نے کہا:

اعلیٰ انسان نیکی کے متعلق سوچتا ہے اور ادنی انسان اپنی آسائش کے متعلق اعلیٰ انسان قاعدے کی بات کرتا ہے اور ادنی انسان ذاتی فائدے کی۔[4]

اگر حاکم وقت صرف اپنا طمع ولالچ کرے، اپنی ذات کے بارے میں سوچے اور عوام الناس کو نظر انداز کرے تو لوگوں کے دل میں حاکم کے خلاف نفرت اور بغض پیدا ہو جائے گا۔ معاشرے میں بدامنی اور سرکشی پھیل جائے گی اور فلاحی ریاست کسی صورت سرکشی اور خانہ جنگی کی متحمل نہیں ہوتی۔ کنفیوشس نے کہا:

اپنے مفاد کو مد نظر رکھ کر کیا جانے والا کام بہت ساری شکایات لاتا ہے۔[5]

ایک اعلی حاکم دوسروں کو دیکھتا ہے کہ کس طرح لوگ خوش ہوں گے عوام کو اگر سہولیات میسر ہیں اور انھیں حقوق حاصل ہوں اور زندگی میں مشکلات پیش نہیں آرہیں، تو بلاشبہ ایسی حکمرانی اچھی حکمرانی کہلائے گی۔ اس کے برعکس اگر عوام عدم تحفظ، بے یقینی اور خوف وہراس کا شکار ہوں اور انھیں انصاف میسر نہ آرہا ہو، تو لازمی طور پر وہ بری حکمرانی کے زیر اثر ہوں گے۔ اس لیے کنفیوشس اس بات پر زور دیتا ہے کہ اعلیٰ انسان یعنی حاکم سچائی کو مد نظر رکھتا ہے اور ادنی انسان بر احاکم اپنے مفاد کو۔(6)

---

[1] Waley,The Analects of Confucius,.65, ii-18.

[2] Wing.Tsit Chan, Chinese Philosophy, 29.

[3] Waley, The Analects of Confucius,.83, Chap:Vi-17.

[4] Waley,The Analects of Confucius, 73,Chap:iv-11

[5] Waley,The Analects of Confucius, 73,Chap:iv-11

[6] Waley,The Analects of Confucius, 74,Chap:iv-16

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

ایک دفعہ کنفیوشس کے شاگرد تزو کنگ (Tzu Kung) نے پوچھا:

> وہ بادشاہ جو لوگوں کو فراوانی سے فائدہ پہنچائے اور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اُس کے متعلق آپ کیا کہیں گے ؟ کیا اسے آپ عوام الناس کی خیر خواہی کہیں گے ؟

کنفیوشس نے جواباً کہا:

> اس کا خیر خواہی سے کیا تعلق ؟ وہ یقیناً ایک زیرک شخص ہو گا ؟ قدیم دور کے بادشاہ یاؤ (Yao) اور شن (Shen) نے بھی اسے بڑی جانفشانی سے حاصل کیا ہو گا۔ یہاں تک ایک خیر خواہ شخص کا تعلق ہے تو وہ دوسروں کے لیے بھی وہی چاہتا ہے جو وہ خود اپنے لیے چاہتا ہے ، دوسروں کو بھی وہیں دیکھنا چاہتا ہے جو جہاں وہ خود جانا چاہتا ہے۔ دوسروں کے احساسات سے راہنمائی حاصل کرنے کی صلاحیت کو خیر خواہی کا فن کہا جا سکتا ہے۔[1]

3.اخلاص

دوسروں کے لیے اپنے دل میں خوشی، سکون، عزت، صحت، خوشحالی، ترقی اور زندگی کی دوسری نعمتوں کی حقیقی خواہش رکھنا دراصل خود ہماری زندگی کو زیادہ خوشگوار، پر اثر اور باوقار بنا دیتا ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ وہ زندگی کتنی مختلف ہو گی جو بناوٹ کے بجائے خلوص سے بھری ہو۔ کنفیوشس نے اخلاص کے بارے میں فرمایا:

> اچھے انسان کو اپنی بھوک مٹانے کے لیے سیر ہو کر کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ اپنے مسکن میں آسائشیں مہیا نہیں کرنی چاہیں۔ لین دین میں جلدی کرنی چاہیے اور اپنی گفتگو میں محتاط رہنا چاہیے "۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانی کے لیے کسی قسم کا حرص یا طمع نہ کیا جائے بلکہ انسان خالصتاً اپنے آپ کو اس قابل جانے کہ میں یہ بھاری کام کر سکتا ہوں تو وہ اس عہدے کو قبول کرے اور پھر اخلاص نیت سے پوری تن دہی سے حکومتی فرائض سرانجام دے اور ہرگز اپنے پیٹ کی فکر نہ کرے صرف لوگوں کا بھلا سوچے اپنے آپ کو لوگوں کے کاموں میں صرف کر دے۔ جو شخص اپنا زیادہ تر وقت با اصول لوگوں کی رفاقت میں گزارتا ہے اور وہاں وہ اپنی غلطیوں کو درست کرتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی علم و عمل حاصل کرنے کے لیے وقف کر دی ہے۔ اور یہ علم و عمل اس وقت تک کارگر ہوتا ہے جب وہ شخص اپنے اندر دوسروں کے لیے خلوص کا جذبہ پیدا کرے۔ بغیر خلوص کے علم و عمل دونوں بے ثمر اور بے نتیجہ ہوتے ہیں اور اس بات پر کنفیوشس نے زور دیا ہے۔

The Doctrine of Mean میں لکھا ہوا ہے:

> اخلاص کے بغیر نہ کسی چیز کی ابتدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی اختتام ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ انسان اخلاص کو سب سے اہم سمجھتا ہے۔[3]

معاشرے میں عزت حاصل کرنے کا ایک ہی راز ہے کہ عزت ہمیشہ عزت دینے سے ملتی ہے ہر شخص قابل احترام ہے اسے اہم سمجھیں۔ ادنیٰ لوگوں کی بات بھی اسی توجہ سے سنی جائے جس توجہ سے اہم لوگوں کی بات سنی جاتی ہے۔ ہمیں زندگی میں ترقی اور کامیابی کے لیے دوسروں کی مدد، حمایت، حوصلہ افزائی، مثبت تنقید، فیڈبیک اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایک حکمران کا ذاتی کردار اچھا ہے، تو قوانین بنائے اور احکامات جاری کیے بغیر بھی اس کی حکومت مضبوط اور موثر رہے گی۔ لیکن حکمران کا ذاتی کردار اچھا نہیں، تو پھر وہ لاکھ قوانین بنائے اور احکامات جاری کرے، کوئی ان کی پروا نہیں کرے گا۔

---

[1] Waley, The Analects of Confucius,85, Chap:vi-30

[2] مکالمات کنفیوشس 1:14

[3] Legge,The Doctrine Of Mean, Xxv, 1,29۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کنفیوشس نے کہا:

"نیکی کرنے والا شخص کبھی تنہا نہیں ہوتا، اس کے بے شمار رفیق ہوتے ہیں۔[1]

4۔ عمدہ اخلاق اور شائستگی

ایک اچھی حکمرانی کے لیے حاکم کو اچھے اخلاق سے مزین ہونا چاہیے۔ اگر لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑے تو اچھی طرح سے لوگوں سے میل جول رکھے۔ اور اچھی طرح وہ اپنے اخلاق و کردار سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے۔ وہ شخص جس کے طور طریقے پسندیدہ اور شائستہ ہوں پسندیدہ گفتار و کردار کا مالک مہذب، با وضع ہو ایمان دار اور با اصول لوگوں کو (سرکاری) ملازمت دو اور ٹیڑھے و شریر لوگوں کو حکومت کے قریب نہ آنے دو۔

اگر حکومت میں بے ایمان لوگ موجود ہیں، تو ان کو فارغ کر دو۔ ایسے بدذاتوں کو سیدھا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اگر لوگ تمہاری پیٹھ پیچھے باتیں کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تم آگے بڑھ رہے ہو۔ اس کے علاوہ حکومت ایسی ہو کہ جس میں ہر کوئی اپنے رتبے کے مطابق کام کرے۔ جیسا کہ کنفیوشس کہتا ہے:۔

"Let the ruler be ruler, ministers ministers, fathers fathers, sons sons.".[2]

(بادشاہ کو بادشاہ، وزیر کو وزیر، باپ کو باپ اور بیٹے کو بیٹے کی طرح چاہیے)۔

وزیر وہ شخص ہے جو سچائی کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے حاکم کی خدمت بجالاتا ہے۔ جو وزیر حق کی راہ پر نہ چل سکے، اسے مستعفی ہو جانا چاہیے۔ لہذا حاکم کی اطاعت ضروری ہے۔ ایک حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ چند باتوں کا خاص خیال رکھے۔

1۔ حکومت میں حق و صداقت کا بول بالا ہو۔

2۔ فوج کے پاس اسلحہ و سامان معقول تعداد میں ہو۔

3۔ ملک کے عوام اپنی حکومت اور حکمرانوں پر اعتماد کرتے ہوں۔

ایک حکومت کا فرض ہے کہ وہ بدعنوان اور اچھی شہرت نہ رکھنے والے لوگوں کو اعزازات سے نہ نوازے۔ اگر ایسا کیا گیا تو عام لوگ سیدھے راستے پر چلنا چھوڑ دیں گے۔

حکمران تنگ (Tang) (تنگ بادشاہ شانگ سلطنت کے بانی بادشاہوں میں سے تھا) نے کنفیوشس سے پوچھا کہ کسی حاکم کو اپنے وزراء سے کس طرح کام لینا چاہیے اور وزیر کو اپنے حاکم کی کیسے خدمت کرنی چاہیے؟ تو کنفیوشس نے کہا کہ:

حاکم اپنے وزیروں کے ساتھ موزوں رویہ رکھیں تو وزراء اپنے ماتحتوں کی خدمت کرتے ہیں"۔[3]

Doctrine of Mean میں لکھا ہے کہ:

معاملات کسی ایک جملے سے سنور سکتے ہیں اور ریاست کسی ایک بندے سے ٹھیک ہو سکتی ہے"۔[4]

5۔ دور اندیشی

حاکم کو جو بھی مسئلہ سامنے آئے، اس کے متعلق سب سے پہلے پورا علم حاصل کرے۔ اس کے بعد بالکل معروضی انداز (Objectively) میں اس کا تجزیہ کیا جائے اور اس پر غور و فکر کیا جائے۔ غور و فکر کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ حالات کے مطابق بہترین تدبیر کیا ہو سکتی ہے، اور پھر اس تدبیر کے متعلق حکمت عملی بنا کر اپنائی جائے۔

---

[1] مکالمات کنفیوشس 4:25

[2] مکالمات کنفیوشس۔ 12:11

[3] مکالمات کنفیوشس۔ 3:19

[4] The Doctrine Of Mean, Chap: Xi-3.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کنفیوشس کے شاگرد تزو کنگ (Tzu kung) نے اعلیٰ انسان کے متعلق کنفیوشس سے دریافت کیا تو آقا نے کہا:

"One who first tries out a precept and only after follows it."[1]

"اعلیٰ انسان الفاظ کی بجائے، عمل میں سبقت رکھتا ہے ۔

کنفیوشس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"The junzi is inclusive and not a partisan; the small man is a partisan and not inclusive"..[2]

اعلیٰ انسان ہر چیز کا احاطہ کرتا ہے اور وہ جانب دار نہیں ہوتا۔ ادنی انسان جانب دار ہوتا ہے اور وہ ہر چیز کا احاطہ نہیں کرتا۔

آقا نے بات بڑھاتے ہوئے مزید روشنی ڈالی:

اگر کسی ریاست پر تعظیم اور ضابطے کے مطابق حکومت کی جائے تو اس پر کیا اعتراض کیا جا سکتا ہے ؟ اور اگر کسی ریاست کو تعظیم اور ضابطے کے مطابق نہیں چلایا جاتا تو پھر ان ضابطوں کا کیا فائدہ ؟ ۔[3]

6۔مکمل انسان

Chun – Tzu اسکا مطلب حکمران کا بیٹا ہے۔ Chun – Tzu ([4]) کا لفظی مطلب حکمران ہے اور یہ اصطلاح ریاست کے اعلیٰ گھرانے کے افراد کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ کنفیوشس کے مکالمات میں Chun – Tzu کا مطلب کامل انسان ہے دراصل کنفیوشس یہ تصور دے کر پیدائشی برتری کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ کہ آدمی یہ کہے کہ میرا باپ بادشاہ گزرا، میں اس کی وجہ سے سب سے برتر ہوں۔ کنفیوشس یہ بتانا چاہتا ہے کہ برتری اخلاق سے حاصل کی جاتی ہے اور یہ کسی چیز ہوتی ہے برتری صرف اخلاق کی بلندی ہوتی ہے۔([5]) خوش اخلاقی زندگی گزارنے کا ایک اچھا اور نیک طریقہ ہے۔ اخلاق اصل میں انسانی سیرت و کردار پر مبنی رویے کا نام ہے۔ انسانیت کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے۔

کنفیوشس کے نزدیک جو شخص عمدہ الفاظ بولتا ہے اور چہرے پر منافقت سے مسکراہٹ سجائے رکھتا ہے وہ شاہی خاندان سے ہو کر بھی کامل انسان نہیں ۔[6]

کنفیوشس نے مزید کہا:

اگر برتر انسان باوزن نہیں تو دوسروں کو ترغیب نہیں دلا سکے گا اگر وہ تربیت یافتہ نہیں تو اس کی بنیاد ہی مستحکم نہیں ہو گی وہ ایمان داری اور نیک نیتی کو اولین ترجیح دے تاکہ اس کا کوئی بھی دوست اخلاقی طور پر اس کا ہم پلہ نہ ہو اور جب اس سے انسان ہوتے ہوئے غلطی ہو جائے تو وہ اس کا ازالہ کرے اور ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔[7]

---

[1] مکالمات کنفیوشس 2:13

[2] مکالمات کنفیوشس 2:14

[3] مکالمات کنفیوشس 4:13

[4] The Encyclopedia Americana, 542.

See also, R.C.Zaehner,Encyclopedia of the world's Religions, 373.

[5] R.C.Zaehner,Encyclopedia of the world's Religions, 373.

[6] کالمات کنفیوشس 1:3

[7] کالمات کنفیوشس 1:8

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

7.اخوت

کنفیوشس نے انسانیت کے بارے میں مختلف مکالمات میں بھرپور بحث کی ہے،ان کے نزدیک انسانیت یعنی ایک دوسرے کے دل میں میٹھی محبت اور پیار کے جذبات پیدا کر کے انسانی معاشرے کو مستحکم ، پر وقار اور امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔ (Jen)کا مطلب مکمل انسانی ہمدردی کے ہیں۔ (Jen) کا حامل ہی حقیقت میں انسان ہوتا ہے،اگر انسان کے اندر انسانیت نہیں تو وہ انسان نہیں کہلاتا بلکہ صرف بشر ہے جو اپنی شکل وصورت میں دوسرے حیوانات سے مختلف ۔([1]) کنفیوشس کا کہنا ہے کہ انسان کبھی بھی کسی دوسرے کے ساتھ حسن عمل یا حسن کردار سے نہیں کمزور ہوتا۔

جیسا کہ کنفیوشس کے شاگرد نے کنفیوشس سے پوچھا:میں لوگوں کو باحترام اور مخلص کیسے بنا سکتا ہوں تا کہ وہ میرے لیے مثبت انداز میں کام کریں۔

کنفیوشس نے جواب دیا:

> Let him preside over them with gravity: then they will reverence him. Let him be filial and kind to all:then they will be faithful to him. Let him advance the good and teach the incompetent :then they will eagerly seek to be virtuous..[2]
>
> وقار کے ساتھ ان کے پاس جاؤ گے تو وہ احترام سے پیش آئیں گے ان سے پدری محبت اور ہمدردی کرو تو وہ تمھارے وفادار بن جائیں گے قابل شخص کو ترقی دو اور نااہل کو سکھاؤ تو وہ تمھارے لیے مثبت انداز میں کام کریں گے۔

انسانیت کے مفہوم کو مزید واضح کرتے ہوئے کنفیوشس نے کہا:

> انسانیت پسند لوگ انسانیت میں راحت محسوس کرتے ہیں۔ دانا شخص انسانیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ انسانیت پسند شخص ہی حقیقی معنوں میں دوسروں کو پسند یا ناپسند کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اگر آپ انسانیت پسند ہو جائیں تو آپ میں کوئی برائی نہیں رہے گی "۔[3]

8.رسوم و رواج

رسم ورواج کسی معاشرے کے اخلاق اور تربیت کے معیار کا تعین کرنے ولے بنیادی اصولوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ کنفیوشس ازم میں رسوم ورواج کے لیے "لی (Li) "کالفظ استعمال کیا جاتا ہے۔"لی (Li) "کنفیوشس مذہب کا کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ابتدائی طور پر اس کا تعلق کسی خاص مکتبہ فکر سے نہ تھا بلکہ چین کی قدیم سلطنتوں سیہ(Xia) ،شانگ (Shang) اور چو (Zhou) میں روحوں کی تعظیم کے لیے یہ اصطلاح مستعمل تھی۔([4]) پھر آہستہ آہستہ کنفیوشس اور اس کے پیروکاروں نے اس کے معانی ومفہوم میں اضافہ کر دیا۔"لی (Li) "سے مراد رسوم اور معاشرتی آداب،اجتماعی روایات،انکسار،اچھے انداز واطوار نرم خوئی وغیرہ کو اپنانے کو کہا جاتا ہے۔لی اپنے وسیع تر مفہوم میں یہ اصطلاح تمام اخلاقی ضوابط اور ارادی تراکیب کا مجموعہ ہے۔([5])

---

[1] Huston Smith, The World's Religion ,72.

[2] Analects,Book,II,Chap,XX,17

[3] مکالمات کنفیوشس 4:2-5

[4] David L. Hall, Roger T. Ames, Thinking Trough Confucius (Albany: State University of New York Press,1987),87.

[5] Leonard Shihlien Hsu,The Political Philosophy of Confucianism,90.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کنفیوشس کے بقول

نیک انسان اخلاقیات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ وہ تمام رسومات کی ادائیگی میں میانہ روی اختیار کرتا ہے اور وہ اخلاق کے ساتھ تمام عقائد کو پورا کرتا ہے "۔[1]

"لی Li" دراصل سماجی روایتوں پر مشتمل ہے۔ جو کہ کمال یافتہ بزرگ عام لوگوں کو تربیت دینے اور معاشرتی نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے کرتے تھے۔[2]

Liمیں چار افعال شامل ہیں:

1۔"لی Li "سے افسروں اور لوگوں میں حب الوطنی بیدار کیا جاسکتا ہے۔ کنفیوشس کے مطابق "لی Li" کے بغیر حاکم کا رتبہ تباہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح ریاست کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔[3]

2۔"لی Li" کے ذریعے سے اخلاقی نظم وضبط کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کنفیوشس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ غیر مناسب چیزوں کو مت دیکھو، غیر مناسب چیز کو مت سنو، غیر مناسب بات مت بولو اور غیر مناسب رویہ مت اپناؤ۔[4]

3۔"لی Li"سے فن اور ادب میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے۔ وسیع سطح پر ثقافت کا مطالعہ کرنے اور خود کو راست رویے کے ذریعے منضبط کرنے والا برتر انسان خطا سے بچ سکتا ہے۔[5]

4۔."لی Li"سے شخصیت کو مضبوط اور پختہ بنایا سکتا ہے۔ موزوں رویہ کے بغیر خوش خلقی توانائی ضائع کرنے والی بات ہے۔ موزوں رویہ کے بغیر احتیاط بزدلی کے مترادف ہے۔

موزوں رویہ کے بغیر بہادری بلاضرورت خطرہ مول لینا ہے اور موزوں رویہ کے بغیر دوٹوک بات کرنا بداخلاقی ہے۔[6]

9۔موزوں رویہ

(Yi)کا مطلب موزوں رویہ اور کردار ہے موزوں کردار سے مراد نیک کردار، تقوی بھلائی راست بازی اور پارسائی کے بھی ہے۔ عدل وانصاف کا تحفظ بھی (Yi) کے اساسی تصور میں شامل ہے جب انسانی فطرت میں (Yi) پختہ ہو جائے اور جڑیں پکڑے تو (Yi) کورین (Jen) کہا جاتا ہے۔ جب (Yi) انسانی فطرت میں جڑیں پکڑ لیتا ہے تو انسان ہر بات میں موزوں صورت حال میں موزوں اقدام اٹھاتا ہے اور ہر شخص کو مناسب احترام دیتا ہے۔

ایک بار تزو کنگ(Tzu Kung) نے کنفیوشس سے پوچھا:

ایسے غریب آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو غریب ہوتے ہوئے بھی انکساری نہیں کرتا یا ایسے امیر آدمی کے بارے میں جو امیر ہونے کے باوجود مغرور نہیں۔ کنفیوشس نے جواب دیا۔

قانع غریب اچھا ہے لیکن شائستگی کا مشتاق امیر زیادہ اچھا ہے "۔[7]

ایک اور جگہ ہے:

"The progress of the superior man is upwards; the progress of the mean man is downwards.".[8]

شریف آدمی کی ترقی بلندی کی طرف ہوتی ہے اور کمینے انسان تنزلی کی جانب ہوتی ہے۔

---

[1] Analects,134,Book,XV, 18۔

[2] Huston Smith, The World's Religions, 172۔

[3] Analects,74,Chap:,IV, 13۔

[4] مکالمات کنفیوشس12:1

[5] مکالمات کنفیوشس6:2

[6] مکالمات کنفیوشس8:2

[7] مکالمات کنفیوشس15:1

[8] Waley,The Analects of Confucius, Chap. XXIV. 1,124.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کنفیوشس کہتا ہے کہ ہمیں انسان کے روزمرہ کے طریقوں پر غور کرنا چاہیے۔ ان پر غور کرنے سے انسان کی نیت کا بھی پتہ چلتا ہے، کردار انسان کی نیت کا مظہر ہوتا ہے۔ انسان کا کردار چھپ نہیں سکتا بلکہ اس کے کردار کا غور سے مطالعہ کرنے سے اس کے اندر کی نیت سامنے آجاتی ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ذہن میں پلنے والے دھوکہ دہی کے منصوبوں کو چھپانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ وہ سراسر دھوکہ میں ہیں۔ غلط یا درست نیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ کنفیوشس موزوں رویہ اور تقوی پیدا کرنے کے لیے حکام کو بھی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے، اس لیے وہ حکام کو زور دے کر نصیحت کرتا ہے کہ وہ معاشرے میں مناسب کے لیے ہمیشہ اچھے انسان کا انتخاب کرے جو (Yi) کے اصولوں کا کاربند ہو اسی طرح ہی انسانی معاشرہ سکون کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کنفیوشس کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ کس طرح لوگ میرے گرویدہ یا پیروکار ہو سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا:

> درست روی کو آگے بڑھاؤ اور مکار کو نظر انداز کرو تو لوگ تمھاری پیروی کریں گے۔ راست رو شخص ہی زندگی میں ترقی کر سکتا ہے نیکی اور بھلائی کے رویہ کے بغیر انسان کچھ نہیں، نفرت و حقارت، کینہ پرستی اور خود پسندی سے انسان کچھ نہیں کر سکتا۔[1]

10.مساکین کی مدد

کنفیوشس ازم کے مطابق حکومت کی اولین ترجیح لوگوں کو انصاف کی فراہمی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے خرچے نہیں اٹھا سکتے یا ان کا خاندان نہ ہو تو حکومت کا کام ہے کہ اُن کی مدد کرے۔

> There were the old and wifeless, or widowers; the old and husbandless, or widows; the old and childless, or solitaries; the young and fatherless, or orphans:—these four classes are the most destitute of the people, and have none to whom they can tell their wants"..[2]
>
> بوڑھا آدمی بیوی کے بغیر یا بوڑھی عورت خاوند کے بغیر، بوڑھا آدمی بچوں کے بغیر چھوٹے بچے، باپ کے بغیر، اس طرح کے چار قسم کے لوگ امداد کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ ان کی مدد کرنے کے لیے کوئی نہیں ہے۔

منشی (جو کہ کنفیوشس کا شاگرد تھا) کے مطابق یہ چاروں لوگ سب سے زیادہ امداد کے مستحق ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے حکومت کو ان کی مدد کرنی چاہیے۔ کنفیوشس کا دوسرا شاگرد یونزی (Yunzi) کہتا ہے کہ حکومت کو اولین ترجیح ایسے لوگوں کو دینی چاہیے، ان کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق نوکریاں دینی چاہیں تاکہ وہ اپنی زندگی اچھی طرح گزار سکیں۔([3])اور یہ رائے کنفیوشس کے تربیت یافتہ شاگردوں کی بھی ہے۔ کنفیوشس کے خیالات کو اس کے شاگردوں نے خوب پھیلایا۔

12. عوام الناس کی بہبود (معاشی اور عملی)

حکومت کا ایک اہم فریضہ لوگوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے کام کرنا ہے۔ کنفیوشس کے لیے بعض اوقات معاشرتی بہتری تعلیم سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جیسا کہ کنفیوشس نے اپنے شاگرد کو تعلیم کے بارے میں کہا کہ لوگوں کی معاشی حالت میں بہتری کے بعد ان کو تعلیم دو۔

> The Master traveled to the state of Wei. Ran Yŏu drove his chariot. The Master said, "How populous it is!" Ran Yŏu said, "As is already populous, what would you add?" "Enrich them." "Once the people were enriched, what would you add?" "Teach them."[4]
>
> ران یو استاد یعنی کنفیوشس کو گاڑی میں وي (Wei) کی جانب لے کر جا رہا تھا کنفیوشس نے کہا کہ یہاں کتنی گنجان آبادی ہے؟ ژان یو نے کہا کہ جب لوگ اتنے زیادہ ہو جائیں تو کیا کیا جائے؟ استاد نے کہا: ان کو دولت مند بناؤ، جب وہ امیر ہو جائیں تو پھر انہیں تعلیم دو۔

---

[1] مکالمات کنفیوشس 2:19

[2] Legge,(Trans), The Four Books,Bk-1,B.Chap,V

[3] John Knablock Lstand Ford (Trans): Xunzi)Stand Ford University Press, 1990(,vol11,chap:9

[4] مکالمات کنفیوشس 13:9

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کنفیوشس کے مطابق لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ اگر لوگوں کے درمیان زمین کی مساوی تقسیم اور ٹیکس کم کر دیے جائیں تو معاشی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

شاگرد منش نے استاد کی تائید کرتے ہوئے کہا:

> سیاسی بد انتظامی، بھاری ٹیکس، سخت معاشی کنٹرول، زمین کی تقسیم میں بد عنوانی اور زمین کی حدوں کی درست تقسیم نہ ہونے کی وجہ سے معاشی حالت خراب ہوتی ہے۔ جب بُری حکومتوں کو بہتر کیا جائے یا اس کی اصلاح کی جائے تو لوگ اچھی زندگی گزاریں گے۔ جب ان کے لیے اپنے خاندان کی ضروریات کو پوری کرنا آسان ہو جائے، تو اس کے بعد اس کے لیے اچھائی کو سیکھنا آسان ہو جائے گا نیز وہ اپنے بزرگوں اور خاندان کی اچھی نگہداشت کر سکے گا۔[1]

ان سب نکات کا مرکزی نکتہ یہ نکلتا ہے کہ جو حاکم درج بالا نکات سے واقف ہو تو وہ اپنی کردار سازی کر سکتا ہے اور یہ جان سکتا ہے کہ کردار کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے، تو وہ دوسروں پر حکومت کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ اور جو دوسروں پر حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ پورے ملک کا ایک کامیاب حکمران بھی بن سکتا ہے۔

کنفیوشس کے اصول عدالت و قضا

کنفیوشس نے معاشرتی تفرقات سے تنگ آ کر ایک مربوط اور مستحکم معاشرے کا تصور پیش کیا۔ اس دوران اس نے ایک مثالی عدلیہ (ideal Judisary) قائم کی۔ کنفیوشس نے سیاسیات اور سلطنت کے امور کے متعلق عدل و انصاف کے بہت سے قوانین وضع کئے۔ کنفیوشس نے پورے ملک سے جرائم کا سدباب کیا اور ہر طرف امن و امان قائم کیا۔

1.عدل و انصاف

کنفیوشس ازم کا عدل کا فلسفہ " GONG" شفاف عمل پر مبنی ہے۔ یہ فلسفہ مذہب انصاف اور بلا طرف داری پر مبنی تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حکومت بغیر کسی غرض کے لوگوں کی حفاظت کرے اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ عوام کی اچھی حالت کے لیے کام کرے۔ غیر جانب داری سے انصاف کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حکومت بغیر کسی طرف داری کے معاشرے کے تمام طبقات کے لیے نظام نافذ کروائے۔ کنفیوشس کے فلسفہ مذہب میں منصفانہ معاشرے کی مندرجہ درج خصوصیات تھیں۔

1۔ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ معاشرے کے تمام لوگوں کو یکساں ساری سہولتوں کی دستیابی ہو، پہلے غریب اور ضرورت مند اور بعد میں دوسرے لوگ۔

2۔ عالم گیر تعلیم۔ تعلیم سب کے لیے یکساں ہو اور سب کی دسترس میں ہو۔

3۔ میرٹ یقینی ہو اور معاشرے کے افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق ملازمتیں ملیں۔[2]

کنفیوشس ازم میں Yi کا تصور ایک ہمہ گیر تصور کا حامل ہے۔ اس میں انصاف اور دیگر اخلاقی اصول شامل ہیں۔ جس کا مطلب ہر کسی کو اس کی صلاحیت کے مطابق انصاف کا ملنا ہے۔ Yi کے مطالب میں یہ بھی شامل ہے کہ معاشرے میں اخلاقی اصولوں کے مطابق ہر کوئی کام کرے۔ کنفیوشس ازم میں معاشرتی انصاف کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔[3]

انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گو انکار کرے اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے۔

---

[1] Justice and Confucianism,Erin M. Cline,170.

[2] Chan,J. Confucian perfectionism:A Political Philosophy for Modern times,(Princeton: Princeton University Press,2014),175-176.

[3] Erin M. Cline, Justice and Confucianism, (Philosophy Compass)9/3(2014)165-175,10.1111/phc3.12108,1.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

2.شفافیت اور احتساب

کنفیوشس ازم کے تمام مفکرین جن میں کنفیوشس کے شاگردوں کا اہم رول تھا، اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ معاشرے کے تمام اداروں میں احتساب ہو، شفافیت ہو، لوگوں کا اُن کی اہلیت کے مطابق تقرر کیا جائے، اعلیٰ عہدوں پر ایسے لوگوں کا تعین کیا جائے جو قابل ہوں، معاشرتی اقدار کے حامل ہوں۔ جیسا کہ آج کل کسی حد تک سول سروس کے انتخاب میں شفافیت ہوتی ہے۔ ژانگ (Xung) کنفیوشس کا شاگرد تھا، اس نے اس بات پر بہت زور دیا کہ معاشرے میں استحکام ہو اور معاشرے کو طبقاتی تقسیم سے پاک کیا جائے۔ ہر فرد کی قابلیت کے مطابق نہایت شفافیت سے عہدوں کی تقسیم کو یقینی بنایا جائے۔

زوجی (Xunzi) کے مطابق:

> "اگر کوئی فرد کسی بادشاہ، جاگیر دار، بہادر یا کسی بڑے امیر کی اولاد ہو اگر وہ رسومات یا اخلاقی ضوابط کے معیار پر پورا را نہیں اترتا تو اُس کو اُن کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ اسکے برعکس اگر کوئی عام انسان کا بچہ ہو اور وہ ثقافت، ادب اور رسومات کو ادا کرنا جانتا ہو تو اس کو وزیر اعظم یا کوئی بھی بڑا عہدہ دیا جا سکتا ہے"۔[1]

کیونکہ انصاف تو معاشرے سے بے انصافی ختم کرنے کا نام ہے۔ یہ دنیا سب کی ہے کسی ایک انسان کی نہیں ہے، بلکہ ساری مخلوق کی ہے۔ اس لیے حکومت کو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے۔

کنفیوشس نے اپنے ایک شاگرد اے Ai کو کہا: اپنے درست رویے کو آگے بڑھاؤ اور مکار کو نظر انداز کرو تو لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔ اس کے برعکس عمل کرنے پر لوگ تمہیں نہیں پوچھیں گے۔

3.منصفانہ تقسیم و سائل

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وسائل کی منصفانہ تقسیم اہم ہے۔ کنفیوشس کے مطابق اچھا حکمران وہ ہے جو اس بات کو یقینی بنائے کہ ریاست میں وسائل کی تقسیم میں شفاف ہوں۔ کنفیوشس بات کو مزید بڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ کہ جن کے پاس کوئی اقتدار ہو تو انہیں اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ لوگ کم ہیں یا زیادہ، بلکہ وہ لوگوں کے اطمینان کی فکر کریں کہ ان کا لینا دینا غریبی سے نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اُن کا مقصد لوگوں میں موجود وسائل کی ہموار تقسیم ہونا چاہیے۔ کنفیوشس اس بات پر زور دیتا ہے کہ اچھے حاکم یا صاحب اقتدار کا غربت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ اس کی ہمہ گیر سوچ غیر مساوی تقسیم کے بارے میں پریشانی ہوتی ہے۔[2]

کنفیوشس کے مطابق اگر معاشرے میں دولت کی تقسیم مساوی کی جائے تب کوئی غربت نہ ہوگی۔ ریاست اور عوام میں ہم آہنگی ہو تو معاشرہ میں کسی چیز کی کوئی قلت نہ ہوگی۔ لوگ مطمئن ہوں گے تو عدم استحکام نہیں ہوگا۔ اگر حاکم / صاحب اقتدار لوگ عوام کو اچھائی کے ذریعے عمدہ کریں گے تو لوگ خود بخود ہی مطمئن ہو جائیں گے۔ اس طرح سے حاکم کے فیصلہ کرنے کی حس بہت مضبوط ہوگی اور وہ اچھے طریقے سے انصاف کر سکے گا اور لوگوں سے اُن کے رویہ کے مطابق سلوک کرے گا۔

کنفیوشس اس بات پر زور دیتا ہے کہ لوگوں کو دولت اور عزت کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ ایک طبعی امر ہے، اگر وہ تاؤ یعنی سیدھے راستے کے مطابق اس کو حاصل نہ کر سکیں تو ان پر جرح نہیں کرنی چاہیے۔ اگر مرتبے کے اعتبار سے کوئی برتر انسان انسانیت سے کٹ جائے یعنی تاؤ پر عمل نہ کرے تو وہ برتر انسان کہلانے کے قابل کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک برتر انسان کبھی بھی انسانیت سے جدا نہیں ہوتا۔ وہ پوری طرح تاؤ کے مطابق عمل کرتا ہے۔ مشکل یا گھبراہٹ کے وقت بھی اس پر ہی کاربند رہتا ہے۔ کنفیوشس کے مطابق:-

> "نیک انسان کو نیکی یا اچھائی کی فکر لگی رہتی ہے جبکہ غلط آدمی کو زمین اور دیگر مادی مراعات کی فکر لاحق ہوتی ہے۔
> برتر انسان سزا کو قبول کرتا ہے جبکہ نااہل بندہ آسانیاں تلاش کرتا ہے"۔[3]

---

[1]) Xunzi Vol 2,ch,9, On The Regulation Of King 9.1, 94(1

[2] مکالمات کنفیوشس 16:1

[3] مکالمات کنفیوشس 4:5

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

4۔ قانون کی عمل داری اور انصاف

عوام کی فلاح و بہبود کے لیے جو اصول و ضوابط بنائے جاتے ہیں ان مسلم شدہ اصولوں کو بالا دست یعنی صاحب اقتدار قیام عدل کے لیے ریاست میں نافذ کرتا ہے۔ان اصولوں کا مقصد معاشرے کے افراد کے حقوق کا تحفظ ہے،جو حکومتوں کی طرف سے کرنا ہوتا ہے۔ قانون سے کسی بھی انسان کے بیرونی طرز عمل کی تصحیح کی جاسکتی ہے۔انسان کے رویہ کا انحصار اس کے دماغ پر ہوتا ہے۔اگر دماغ اور سوچ درست ہو گی تو رویہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔اگر انسان کے دماغ میں فتور ہو گا تو انسان معاشرتی ضوابط کو نہیں مانے گا۔دراصل فلاسفہ کنفیوشس میں دماغ و سوچ کی درستگی ہی انسانی معاشرے میں اصلاح کی ضامن ہے۔اس درستگی کی کیفیت کو حیا کہتے ہیں اور یہی کیفیت جو کہ انسان کو برائی سے روکتی ہے۔ تعلیم ایک ایسا ہتھیار ہے جو کہ دماغ میں حیا کی صفت کو بیدار کرتا ہے۔انسان میں اگر حیا نہ ہو تو قانون اور آئینی سختیاں انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔فلسفہ کنفیوشس میں ہے کہ:

> "اگر لوگوں پر جائز قانونی طریقے سے حکومت کی جائے اور سزا کے ذریعے سے سختی کی جائے تو وہ جرم سے گریز کریں گے، لیکن سختی سے ان کے اندر کوئی ذاتی احساس ندامت پیدا نہیں ہو گا۔ اگر ان پر نیکی کے ذریعے سے حکومت کروگے اور ان کو شائستگی کے ساتھ کنڑول کرو تو ان میں احساس ندامت پیدا ہو گا اور وہ خود ٹھیک ہوں گے۔[1]

اس میں تعلیم بڑا کردار ادا کرتی ہے،اگر لوگ پڑھے لکھے ہوں گے اور ان کی تربیت اچھی ہو گی،تب کوئی بھی قانون کو نہیں توڑے گا،کیونکہ ان کے اندر احساس ندامت ہو گا۔[2]

کنفیوشس کے مطابق معاشرے کی فطری اصلاح قانون کی فطری تطبیق سے ہی ہو سکتی ہے۔لیکن قانون کو جابرانہ انداز میں نافذ نہ کیا جائے بلکہ قانون کی تطبیق بلا کم و کاست سب پر نرمی سے ہونی چاہیے اور ساتھ ساتھ لوگوں کی تعلیم و تربیت بھی ہونی چاہیے تاکہ لوگوں میں حیاء پیدا ہو اور برے کام پر احساسِ ندامت ہو،قانون کی تطبیق اور تعلیم و تربیت کا اہتمام ہی معاشرے میں عدل و انصاف کا ضامن بن کر اصلاح پیدا کر سکتا ہے۔

5۔ انسانی فطرت اور انصاف

کنفیوشس کے مطابق تمام انسان پیدائش کے وقت سیدھے سادھے ہوتے ہیں۔ایک بار وہ سادگی کھو دیں تو قسمت ہی ان کو بچا سکتی ہے۔([3])اس کا مطلب یہ ہے انسان فطری طور پر نیک ہے،ماحول اور تربیت میں کمی بیشی سے اس کا کردار بنتا اور سنورتا ہے۔کچھ لوگ فطین،درمیانی ذہانت اور بعض کند ذہن ہوتے ہیں،اگرچہ تعلیم سب کے لیے ایک سی ہونی چاہیے۔اعلی ذہانت کے حامل لوگ معاشرتی برائیوں کا جلد شکار نہیں ہوتے جبکہ عام ذہن والا انسان جلدی ماحول سے متاثر ہو جاتا ہے۔

کنفیوشس کہتا ہے:

> تم اوسط سے بہتر درجے کی قابلیت رکھنے والے لوگوں کو اعلی درجے کے موضوعات کی تعلیم دے سکتے ہو لیکن اوسط سے کم درجے والوں کو نہیں۔[4]

آخر میں کنفیوشس یہ بات کرتے ہوئے افسوس سے کہتا ہے کہ:

حاکم کس طرح لوگوں کو ان کے جرم کی وجہ سے سزا دے سکتا ہے جب کہ حکومت خود لاقانونیت کا شکار ہو؟

یہ عوام کے ساتھ ظلم و زیارتی ہو گی کہ لوگوں کو صحیح کی تعلیم نہ دی جائے۔اس نے فوج کی مثال دیتے ہوئے یوں کہا کہ جب فوج کو شکست ہوتی ہے تو سزاوار فوجی نہیں بلکہ فوج کو تربیت دینے والے ہوتے ہیں۔اسی لیے جب قانون کو لوگ توڑیں تو ذمے دار حکومت ہوتی ہے۔[5]

---

[1] مکالمات کنفیوشس 2:3

[2] مکالمات کنفیوشس 12:18

[3] مکالمات کنفیوشس 12:17

[4] مکالمات کنفیوشس 6:19

[5] Leonard Shihlien Hsu,The Political Philosophy Of Confucianism, 165

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

اسلام کی سیاسی تعلیمات کا جائزہ

سیاست انسانی زندگی کا اہم شعبہ ہے، اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کے حوالے سے رہنما ہدایات اور اصول دیے ہیں وہاں سیاست کے باب میں بھی اسلامی اصول اور قوانین مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے سیاست خدمت کا بہترین ذریعہ ہے اور در حقیقت سیاست دان خلق خدا کا خادم اور ان کی مال، جان، عزت اور ناموس کو تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق حکومت اللہ تعالی اور اس کے نبی ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کی جائے گی۔ اسلام میں اقتدار اعلی کا مالک اللہ ہے اور اس لیے انسان خلیفۃ الارض ہونے کے ساتھ اللہ تعالی کے تفویض کردہ اختیارات کو شریعت کی روشنی میں استعمال کرے گا۔ حکومت کے اساسی اور بنیادی اصول ایسے ہیں کہ جن کو اپنا کر ریاست کا نظام درست ہو سکتا ہے ان اصولوں کو اپنا کر ملک ترقی و کامرانی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اسلامی سیاست کا مقصد ارفع یہ ہے کہ کہ عوام الناس کی اصلاح کے لیے ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ انھیں دنیا و آخرت میں کامیابی اور نجات مل جائے۔([1]) اسلامی نقطہ نظر سے سیاست ایک مقدس فریضہ اور پاکیزہ عمل ہے جو معاشرتی فلاح و بہبود، برائیوں کے خاتمے اور تعمیر و ترقی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

اصول حکمرانی:

چنانچہ اسلام کے اصول حکمرانی درج ذیل ہیں:

1۔حکومت امانت ہے

اللہ تعالی اقتدار اعلی کا حقیقی مالک و خالق ہے اور اس نے انسان کو اس کائنات کا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر معاملے میں توازن اور اعتدال پیدا کرے، حکومت ملک کے سربراہ کے پاس ایک مقدس امانت اور ذمہ داری ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے، معاشرے کی طرف سے یا کسی فرد کی طرف سے کسی شخص کو سپرد کی گئی ہو، خواہ یہ امانت منصوبوں کے بارے میں ہو، اقوال یا اموال سے ہو، ان سب کی پوری نگہداشت اور نگرانی از حد ضروری ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔[2]

اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں امانتوں اور عہدوں کی پاسداری کے بارے میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔[3]

اور وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں صاحب اختیار مومن کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر حال میں کوشش کرتے ہیں کہ ان کو جو امانتیں یا فرائض دیئے جائیں، وہ ان کی حفاظت یقینی بنائیں۔ جب حاکم اپنے عہدے کا اقرار کرتا ہے تو وہ ہر قسم کی اپنے عمال کی ذمہ داری اپنے سپرد کرتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق دین یا دنیا سے ہو۔ ملت اسلامیہ کا ہر فرد جو کہ کسی عہدے کا مالک ہوتا ہے، وہ ایک ذمہ دار شخص کی حیثیت سے تمام فرائض کو بخوبی نبھاتا ہے۔ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ کبھی خیانت نہیں کرتا۔ خیانت دار بندے کا کوئی دین مذہب نہیں، کوئی ایمان نہیں، وہ کسی بھی حالت میں عہد شکنی کرے گا، وعدے کی کبھی پاسداری نہیں کرے گا۔

2۔اتباع شریعت

اسلامی ریاست میں حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا عملی طور پر پابند ہو اور اس کے بعد وہ منصب کی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

امارت اور سیادت کا مستحق وہ شخص ہے جو اسے دینی فریضہ تصور کرتا ہو اور تقرب الہی کا ذریعہ سمجھتا ہو اور اس کے تمام فرائض و واجبات کو حتی المقدور سر انجام دیتا ہو۔[4]

---

[1] مفتی محمود الحسن گنگوہی، فتاوی محمودیہ (کراچی: دارالافتاوہ، جامعہ فاروقیہ، سان) 4/567

[2] سورۃ الانفال: 8/27

[3] سورۃ المومنون: 8/23

[4] ابن تیمیہ (مترجم: احمد ابن عبد الحلیم)، سیاسۃ الھدیۃ (مصر: دار الکتاب العربی، 1950) 5۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَمَا تَكُونُونَ كَذَلِك يُؤمر عَلَيْكُم۔[1]

جیسے تم ہو گے ویسے ہی حکام تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔

اس لئے حکام کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، خود اچھے بنیں، اللہ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ عوام الناس سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اگر نااہل بندے کو منتخب کریں گے، تو اپنی حالت کے خود ذمے دار ہوں گے۔ حضرت عمر نے اپنے عمال کو ارشاد فرمایا:

رعایا امام کے حقوق ادا کرتی رہتی ہے، جب تک امام اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے۔ جب امام عیش کرنے لگتا ہے تو وہ بھی عیش کرتے رہتے ہیں۔[2]

3۔اہلیت کی بنیاد پر تعنیاتی

حکومتی حکام اور وزراء کا فرض ہے کہ وہ ملک کے اندر قابل لوگوں کی صلاحیتوں کے مطابق تعینات کریں، عہدے دیتے وقت ذاتی اغراض و مقاصد ترک کر دیں، صرف اہل اور نیک لوگوں کو عہدے دیں، اپنی رعایا کے تمام بنیادی حقوق کی پاسداری کریں۔ قرآن کریم نے کسی کام یا منصب کے لیے درج ذیل شرائط کا ذکر کیا ہے۔

وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔[3]

اور اللہ تعالی نے داؤد علیہ السلام کو مملکت و حکمت اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔[4]

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

سورۃ یوسف میں نگرانی اور علم کا ذکر ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي ٱلْمُحْسِنِينَ۔[5]

اور جب (یوسف) پختگی کی عمر کو پہنچ گئے ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا ہم نیکوں کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

حاکم ذمہ دار ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔[6]

(حاکم ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا)۔

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2005ء)، 2/571

[2]

[3] البقرہ:251

[4] الحجرات:10

[5] یوسف:22

[6] قشیري، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح المسلم، دار إحیاء التراث العربي- بیروت: 1334ھ، ج3، ص1459، ح1829

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔[1]

جس بندے کو اللہ تعالی اپنی رعیت کا نگران بنا دے اور وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کی حالت میں مر جائے تو اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کر دی۔

3.عہدے کا مطالبہ

اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے عہدے کا مطالبہ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمن بن سمرہ کو اس بارے میں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ فِيهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا۔[2]

امارت و اقتدار کی طلب مت کرنا کیونکہ اگر تم نے اسے مانگ کر حاصل کیا تو تم اس معاملے میں اپنے نفس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور اگر وہ تمہیں بن مانگے ملے تو اللہ کی توفیق و مدد تمہارے شامل حال ہو گی۔

اسی طرح جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کسی عہدے کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا۔[3]

تم کمزور ہو اور یہ حکومت ایک امانت ہے، قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی کا باعث، الا یہ کہ کوئی شخص برحق طریقے سے یہ امانت لے اور اس پر جو اس کے حقوق ہوتے ہیں، وہ ٹھیک سے ادا کرے۔

منصب خلافت دراصل انسان پر اللہ کا عظیم احسان ہے، اس کی عزت افزائی ہے اور وسیع کائنات میں اس کے بلند مرتبے کا اعلان ہے۔

4. عوام کی خدمت کا جذبہ

اسلام امن و سلامتی، ایثار و قربانی، ہمدردی، غم گساری اور فیض رسانی کا دین ہے۔ اسلامی حکومت کا اول مقصد لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے، عوام الناس کی امن و سلامتی اور ان کی خواہشات کا احترام کرنا ہے۔ ریاست کی اولین ترجیح اپنے ہنر مندوں کی بھلائی، ان کو سہولتوں کی فراہمی، ان کی ضروریات پوری کرنا ان کی بنیادی حاجتوں کی تکمیل شامل ہے۔ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام کا ایک چوتھائی حصہ عقائد و عبادات اور باقی تین حصے معاملات پر مبنی ہیں۔ اسلام میں حاکم کے متعلق واضح بتا دیا گیا ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا؟ اچھائی اور برائی کا معیار بالکل واضح ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حاجت مندوں، ضرورت مندوں، بے بس اور مظلوم افراد کی ضرورتوں کو پورا کرنے، ان سے ظلم دور کرنے، انہیں آرام پہنچانے اور تعاون کرنے کا بہت اجر و ثواب ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا۔[4]

اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر، کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما)۔

---

[1] تشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح المسلم، دار إحیاء التراث العربي- بیروت: 1334ھ، ج، ص125، ح142

[2] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المطبعة الأنصاریة بدھلي- الھند 1323ھ، ج3، ص130، ح2929

[3] تشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح المسلم، دار إحیاء التراث العربي- بیروت: 1334ھ، ج3، ص1457، ح1825

[4] النساء:75

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

اس آیت کریمہ میں مظلوم کی حالتیں بیان کرتے ہوئے ان کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حکام کو غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کا معمولی سے معمولی کام نہایت خاموشی اور احتیاط سے کرنے کا کہا گیا ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُالناسِ مَن يَنفَعُ اَلناس۔[1]

بہتر انسان وہی ہے کہ جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچ سکے۔

حاکم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آرام وسکون کو ترک کر کے اپنا سب کچھ عوام الناس کی خدمت میں صرف کر دے،اس کے لیے حاکم کو اپنی زندگی کی تمام آسائشیں چھوڑنی ہوں گی۔لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ لوگوں کے لیے متفکر ہو اور اس بات کو ملحوظ خاطر رکھے کہ تمام لوگ برابر ہیں۔

5.مشاورت

حاکم کو کسی کے بھی انتخاب کے لیے اپنے وزراء کے ساتھ مشاورت کرنی چاہیے۔چونکہ قرآن کریم میں بھی مشاورت سے کام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔اور مشاورت کو مسلمانوں کی خوبی قرار دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔[2]

ان کے آپسی معاملات باہمی مشاورت سے ہوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو مشاورت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ۔[3]

اور آپ معاملات میں مشاورت ضرور کر لیا کریں۔

7. بہترین اور بد ترین حکام کی پہچان

نیک حاکم تو لوگوں کی خدمت اللہ کی محبت میں کرتا ہے اور وہ لوگوں سے اس کا بدلہ وصول نہیں کرتا۔جیسا کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے منقول ہے:

وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ۔[4]

اور میں اس (تبلیغ) کا تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا میرا صلہ تو اللہ رب العزت کے ذمے ہے۔

لوگوں کے ساتھ خلوص نیت سے محبت کرنا حقوق العباد کے زمرے میں آتا ہے جسے قرآن مجید میں عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہاں عبادت سے مراد اطاعت خداوندی ہے کہ انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اور حاکم بھی ہے تو وہ اخلاص کے ساتھ کام کرے جو بھی کام کرے وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرے اور جس کام میں کسی دنیاوی جذبے کی آمیزش ہو گی وہ عمل ناقابل قبول ہو گا۔

آنحضرت نے بہترین حکمران کے بارے میں فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخِيَارِ أُمَرَائِكُمْ وَشِرَارِهِمْ؟ خِيَارُهُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتَدْعُونَ لَهُمْ وَيَدْعُونَ لَكُمْ، وَشِرَارُ أُمَرَائِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ.۔[5]

کیا میں تمہیں لوگوں کے لیے بہترین اور بد ترین حکام نہ بتاؤں؟ اچھے حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو گے اور وہ تم سے محبت کریں گے اور وہ تمہارے لیے دعا کریں گے۔اور تمہارے برے حاکم وہ ہوں گے جن سے تم بغض رکھو گے اور وہ تم سے بغض رکھیں گے تم ان پر لعنت بھیجو گے وہ تم پر لعنت بھیجیں گے۔

---

[1] فیض الباری،شرح صحیح البخاری،محمد انور شاہ کشمیری،دار الکتب العلمیہ،بیروت۔لبنان،...5/533

[2] الشوریٰ:38

[3] آل عمران:159

[4] الشعراء:109

[5] الترمذي، محمد بن عیسی،السنن الترمذی شریف،دار الغرب الإسلامي–بیروت الطبعۃ:الأولی،1996م،ج4،ص98،ح2264

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

معلوم ہوا کہ حکام کو خلوص نیت سے لوگوں کے لیے کام کرنا چاہیے اور نیکی اور تقویٰ کو فروغ دے کر معاشرے سے برائیاں ختم کرنی چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ۔[1]

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

8.صادق اور رعایا کے لیے مفید

دنیا میں سب سے اچھی حکومت وہ ہے کہ جس کی رعایا خوش و خرم ہوں۔ فرمان الٰہی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا ٧٠ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ أَعۡمَٰلَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ۔[2]

اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سیدھی و صاف ستھری بات کرو۔ وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

مسلم حکمرانوں نے بھی اپنی ذات پر خرچ کرتے ہوئے اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رات کو خلافت کا کام بیت المال کی شمع رکھ کر انجام دیتے تھے لیکن جب اپنا کام کرنا ہوتا تو اس شمع کو اٹھا دیتے اور ذاتی چراغ منگوا کر کام کرتے۔([3]) حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے ہی نہ لگا رہے اور غیر جانبدارانہ طریقے پر عوام الناس کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر و ثواب کی امید میں رہے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلۡنَٰكَ خَلِيفَةٗ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱحۡكُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلۡهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمۡ عَذَابٞ شَدِيدُۢ بِمَا نَسُواْ يَوۡمَ ٱلۡحِسَابِ۔[4]

اے داؤد ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی ، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں خواہشات کی پیروی کو کھلی گمراہی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اگر انسان اپنے نفس کے پیچھے پڑ گیا تو وہ راہ مستقیم سے دور چلا گیا۔ نیز اس آیت میں بادشاہ اور ذی اختیار لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کریں، ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں گے اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہو گا۔

8. عملی دانائی اور دور اندیشی

حکمت و دانائی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔[5]

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر حکمت و دانائی کی طرف توجہ دلائی گئی اور نبی کریم ﷺ نے بھی حکمت و دانائی پر بہت زور دیا ہے۔ حکمت و دانائی اللہ کریم کی طرف سے بہت بڑا تحفہ ہے۔

---

[1] مائدہ:2

[2] احزاب:70۔71

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری، طبقات ابن سعد (کراچی: دار الاشاعت، 2003) 327

[4] ص:26

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ: الطبعۃ: الاولی، 1422ھ، ج1، ص25، ح71

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

يُؤْتِي ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ۔[1]

وہ عطا کرتا ہے حکمت جسے چاہتا ہے اور جسے نوازا گیا حکمت سے تو یقیناوہ نوازا گیا بہت بڑی خیر سے اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر کم عقل والے۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

" لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا "۔[2]

رشک (جائز) نہیں مگر دو شخصوں کی عادتوں پر ، اس شخص کی عادت پر جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس مال پر ان لوگوں کو قدرت دے جو اسے (راہ) حق میں صرف کریں اور اس شخص (کی عادت) پر جس کو اللہ نے علم عنایت کیا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے حکم کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔

9.حاکم اور محکوم کا تعلق

اسلام میں حکومت و فرماں روائی بھی ایک مذہبی فریضہ ہے جو لوگ اس فرض سے حسب احکام الٰہی عہدہ براں ہوں ان کے لیے آخرت میں رحمت الٰہی کا سایہ ہے اور جو اس امتحان پر پورا نہ اتریں ان کے لیے دوسری دنیا میں سزائیں ہیں۔

فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ۔[3]

وہ امام جو لوگوں پر مقرر ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

یحیٰ غسانی فرماتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جب ان کو موصل کا حاکم مقرر کیا تو وہاں چوری کی وارداتیں کافی زیادہ تھیں تو میں نے اس کی شکایت آپ سے کی اور کہا کہ لوگوں کی تہمت اور ذاتی رائے پر یا شہادت پر اعتبار کر کے کیا میں ان کو سزا دے دو تو آپ نے فرمایا۔ صرف شہادت کے تحت سزا دی جائے تا کہ عوام الناس کی اصلاح ہو سکے۔[4]

اس کے علاوہ کبھی بھی آپ فرامین جاری کرتے ہوئے شان و شوکت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

10.عدل و انصاف

عدل کے معانی برابری اور انصاف کے ہیں یعنی کسی چیز کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا کہ کسی ایک میں کمی یا بیشی نہ ہو۔ عدل کہلاتا ہے اسلام نے عدل کو بنیادی اہمیت دی ہے کیونکہ اس کے بغیر معاشرے میں امن پیدا نہیں ہو سکتا۔([5])اللہ تعالی نے ہر معاملے میں عدل قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔[6]

مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

---

[1] البقرہ:269

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ: الطبعۃ: الأولی، 1422ھ، ج1، ص25، ح73

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ: الطبعۃ: الأولی، 1422ھ، ج3، ص150، ح2554

[4] حضرت امام جلال الدین سیوطی، (مترجم: حضرت شمس بریلوی)، تاریخ الخلفاء، ص340

[5] سید عبد الصبور طارق، مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل اور حکمرانوں کے خلاف فیصلے (لاہور: البدر پبلیکیشنز، اردو بازار، 1987، 12۔

[6] الشوری:15

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل وانصاف کی فراہمی غیر جانبدارانہ طور پر ضروری ہے۔اس سلسلے میں کسی چھوٹے یا بڑے کو کوئی چھوٹ نہیں چاہے وہ حکمران خود ہی کیوں نہ ہو، ہر ایک اسلامی قانون عدل وانصاف کی نظر میں برابر ہے۔ نیز کسی قوم کی ذاتی دشمنی یا دوستی کو پس پشت ڈالتے ہوئے عدل وانصاف کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اسی ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰۖ۔[1]

اے ایمان والو ! اللہ کے لیے فیصلہ کرنے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہر گز نہ چھوڑو، عدل کرو یہی تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔

اسلام زندگی کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے معاشی عدل کی بات کرتا ہے:

وَ أَقِيمُواْ ٱلْوَزْنَ بِٱلْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُواْ ٱلْمِيزَانَ۔[2]

اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

اسلام میں زکوۃ اور بیت المال کا نظام معاشرے میں معاشی مساوات اور عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔اسلامی معاشرتی عدل اپنے اصولوں کی بدولت دنیا کے تمام معاشرتی اصولوں سے مختلف ہے۔اسلامی ریاست میں اگر کوئی مظلوم حاکم کے سامنے فریاد لے کر جائے تو اس کو عدل وانصاف بغیر کسی تفریق کے دیا جائے۔اسلامی معاشرتی عدل میں دولت وثروت کے لحاظ سے کوئی باعث تکریم نہیں اور نہ ہی کسی رنگ ونسل کی بناء پر دوسروں کو فضیلت حاصل ہے بلکہ دنیا کا ہر فرد قابل احترام ہے۔اس بات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کس قدر غیر جانبداری کے ساتھ عدل وانصاف کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کوئی چاہے جتنا بھی بڑا یا عہدیدار کیوں نہ ہو قانون کی نظر میں ہر ایک برابر ہے۔

حضرت عمر عدل وانصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا وغلام اور اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔شروع شروع میں انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔مقدمات کا فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن وسنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

اس میں معاشرے کی بھلائی ہے اور اسی کے ذریعے معاشرے کو بہتری کی طرف گامزن نیز غیر اخلاقی آلائشوں سے پاک بھی کیا جا سکتا ہے۔جس معاشرے میں عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی نہ بنایا جائے وہ معاشرہ بہت جلد انتشار وبے چینی اور بدامنی کا شکار ہو کر بکھر جاتا ہے۔اس سے طرح طرح کے جذبات جنم لیتے ہیں اور معاشرے کا سکون تباہ برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔لہٰذا کسی بھی معاشرے کو پر سکون اور پر امن بنانے کے لیے عدل وانصاف کی فراہمی اولین ترجیح کی حامل ہے۔

مسلم حکمران کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے بطریق احسن نبھانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس کی یہ سعی اس کے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی کا باعث بنے۔

10.عفو و درگزر

حکمرانوں کو اللہ سخت آزمائش میں ڈالتا ہے۔حکمران اگر نیک وعادل، دیانت دار وغم گسار، نرم خو وملنسار، خدا خوف وخوش گفتار، با اخلاق وصاحب کردار ہوں تو رعایا رحمت ربانی کے سائے میں ہوتی ہے۔یہاں تک کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی غیر مسلم پر سختی کرتے ہوئے اسے مسلمان ہونے پر مجبور کرنا بھی روا نہیں ہے۔

[1] مائدہ:8

[2] الرحمن:9

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالی ہے:

فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡۚ۔[1]

یعنی جو چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے کافر ہو ۔

معلوم ہوا دین اسلام کو قبول کرنے میں کوئی سختی نہیں ہے۔ لیکن جب انسان دین اسلام کو قبول کر لیتا ہے تو قبول کرنے کے بعد ایک مسلم کو دین اسلام کی طرف سے عائد بہت ساری پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً بے حیائی، بد گوئی اور دیگر غیر اخلاقی سرگرمیوں سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ یہ بھی اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ جو انسانیت کے ناطے غیر مسلم والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید کرتا ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے روکنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ۔[2]

اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ۔

الغرض دین اسلام ایک ایسا عالمگیر دین ہے کہ جو ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاسداری کی تاکید بھی کرتا ہے۔ اور ہر ممکن حد تک ممکن کوشش کے ذریعے انسانی تقدس کو پامال ہونے سے بچانے کے لیے اقدامات کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ نیز اسلامی حدود میں رہتے ہوئے سمجھوتہ کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے لیکن کسی بھی صورت میں اسلامی تعلیمات سے انحراف کی اجازت ہر گز نہیں دیتا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ:

> کاروبار حکومت اس وقت تک درست نہیں رہتا جب تک اس میں اتنی شدت نہ کی جائے جو جبر نہ بن جائے اور نہ اتنی نرمی کی جائے جو سستی سے تعبیر کی جائے۔[3]

11۔ مستحق افراد کی کفالت

اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد لوگوں کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا انتظام واہتمام کرنا شامل ہے۔ ان بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف خصوصی طور پر شامل ہیں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک فرد کی ضروریات پوری ہوں۔ اسلامی معاشرے کے اندر بیواؤں، بچوں، بوڑھوں اور معذور افراد کے لیے رہائش کا ہونا ان کا حق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے یہ حق تسلیم کیا ہے۔ اسلامی ریاست اور مالدار افراد پر یہ فرض عین ہے کہ وہ انہیں یہ بنیادی ضرورت فراہم کریں۔ جیسا کہ:

ریاست کا یہ فرض ہے کہ اسلامی معاشرے کے اندر رہنے والے افراد کی ہر صورت میں نگہبانی کی جائے گی۔ ان کو مناسب خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج معالجہ کی سہولت اور روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ غریب سمجھ کر ان کی رائے کو رد نہ کر دیا جائے۔ اس سے ایک صحت مند معاشرہ وجود میں آئے گا اور مسلمان دیگر قوموں کے مقابلے میں دنیا میں سر اٹھا کر جی سکیں گے۔ بین الاقوامی سطح پر اسلام کا پرچار ہو گا۔ نبی ﷺ دین اسلام کے سب سے بڑے داعی، نبی اور پیغمبر ہونے کے ساتھ اسلامی سلطنت کے سب سے پہلے امیر، حاکم اور فرمان روا تھے، اور آپ کے احکام کی بجا آوری عین احکام خدا کی بجا آوری ہے۔

معاشرہ میں مستحق افراد کی کفالت کا تصور قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر اجاگر کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِۖ۔[4]

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں سے اور ان میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہوا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو۔

---

[1] الکھف:29

[2] الانعام:108

[3] حضرت امام جلال الدین سیوطی، (مترجم: حضرت شمس بریلوی)، تاریخ الخلفاء، 221

[4] البقرہ:267

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ۔[1]

اور ان کے مالوں میں سائل کیلیے اور محروم کیلیے مقرر حصہ ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مفلوک الحال افراد کی کفالت خوشحال لوگوں پر لازم ہے۔ فقراء ومساکین کا بھوکا رہنا اہل بستی کے لیے تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ اسلامی ریاست کے اولوالامر حضرات کو کفالت عامہ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس سے صرف نظر کرنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ اللہ کریم اور اس کے رسول کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے کے محکوم، مظلوم، مجبور اور بے بس افراد کی کفالت کرنے والوں کے رزق میں برکت کی بشارت دی ہے۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں، بلکہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

مَّن ذَا ٱلَّذِي يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنٗا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضۡعَافٗا كَثِيرَةٗۚ۔[2]

ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔

انسان دنیا میں آکر زن وزر کے چکر میں بھول جاتا ہے کہ بالآخر اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ اللہ کریم اپنی کریمی اور رحیمی سے انسان کو جہنم کی آگ سے ڈراتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں ان تمام بنیادی لوازمات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جن پر زندگی کے قیام واستحکام کا انحصار ہے۔

12۔ حاکم کی اطاعت

حاکم کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو عملی نمونہ بنائے کہ لوگ خود بخود اپنے حاکم کے تابع ہو جائیں گے۔ اس کے لیے حاکم کو سخت محنت درکار ہوتی ہے۔ اس کا صبر، اس کی ہمت، اس کی برداشت ضرور پختہ ہونی چاہیے اس کو تنقید کے باوجود لوگوں کے ساتھ وقار اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے اور لوگوں کو اخلاق کی طرف راغب کرنا چاہیے۔ عمال کو چاہیے کہ وہ خلوص نیت سے آقا کی اطاعت کرے اور اپنے اثاثے ظاہر کرے۔

حضرت عمر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ اپنے اثاثے ظاہر کریں۔ حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ان کے مال کے دو حصے کر کے ایک حصہ بیت المال میں جمع کروادیا۔([3]) جامع ترمذی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ القِيَامَةِ وَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ، وَأَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللهِ وَأَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ جَائِرٌ۔[4]

قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے محبوب اور قریب ترین عادل حکمران ہو گا جبکہ ظالم حکمران اللہ تعالی کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور ترین ہو گا۔

اسلام میں حاکمیت اللہ کی ہے اور الملک کا استحقاق بھی اللہ کو ہی ہے۔

ٱلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِۖ۔[5]

آج (قیامت) کے دن بادشاہت اور حکمرانی اللہ تعالی ہی کے لیے ہے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ:

اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔[6]

سنو اور اطاعت کرو۔ خواہ وہ ایک ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سر منقے کے برابر ہو۔

---

[1] الذاریات:19

[2] البقرہ:245

[3] حضرت امام جلال الدین سیوطی (مترجم: حضرت شمس بریلوی)، تاریخ الخلفاء، 222

[4] الترمذي، محمد بن عیسی، السنن الترمذی شریف، دار الغرب الإسلامي–بیروت الطبعة: الأولى، 1996م، ج3، ص10، ح1329

[5] الحج:56

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة: الطبعة: الأولى، 1422ھ، ج9، ص62، ح7142

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کو نیابت اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا میں حکومت کرنی چاہیے۔ اور ہر مسلم حکمران کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ مجھ پر نیابت الٰہی کی بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے لہٰذا مجھے اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھانا ہے ورنہ اس کا خمیازہ دنیا و آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

13۔ عوامی رائے کی اہمیت

اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کی آراء کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اسلام نے خود کئی بار اپنی رائے کی بجائے دیگر صحابہ کی آراء پر حتمی فیصلہ فرمایا۔ حضرت عمر عاملوں کارعایا کے ساتھ سلوک بہت باریک بینی سے دیکھتے تھے وہ ان کو خفیہ اور کھلم کھلا نصیحت فرماتے کہ مسلمانوں کو ایذا نہ دی جائے۔ اس سلسلے میں فرمایا۔

تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔[1]

لیکن اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ حاکم صرف وہی اقدامات کرے جو عوام کی آرزوں اور خواہشات کے مطابق ہو خواہ وہ غلط ہو یا درست، حاکم کو صرف اسی بات پر من و عن عمل کرنا ہے جو کہ فطری قوانین وضوابط پر مبنی ہوں۔

خلاصۂ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق "اسلامی اور چینی تہذیب میں نظامِ حکمرانی اور عدل کا تقابلی مطالعہ: تاریخی و فکری تناظر میں" کے عنوان سے اسلامی اور چینی تہذیبوں کے سیاسی، قانونی اور عدالتی تصورات کا جائزہ پیش کرتی ہے۔

تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ حکمرانی کی بنیادی بنیاد قرآن و سنت، حاکمیتِ الٰہی، عدل، امانت، شوریٰ، مساوات اور احتساب پر قائم ہے۔ اسلام میں اقتدار کو ذاتی ملکیت کے بجائے ایک امانت اور ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ حکمران شریعت اور عدل کا پابند ہے اور اسے رعایا کے حقوق کی حفاظت اور معاشرے میں انصاف قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ ریاستِ مدینہ اور خلافتِ راشدہ کے ادوار میں ان اصولوں کی عملی مثالیں ملتی ہیں۔ بعد ازاں مسلم فقہاء نے قضاء، مظالم، حسبہ، امارت اور سیاستِ شرعیہ جیسے موضوعات پر مستقل علمی ذخیرہ تیار کیا۔

چینی تہذیب میں نظامِ حکمرانی مختلف تاریخی مراحل سے گزرا۔ کنفیوشسی فکر نے حکمران کے اخلاقی کردار، رعایا سے حسنِ سلوک، خاندان، سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی تربیت کو اہمیت دی۔ اس کے مقابل Legalism نے مضبوط ریاست، واضح قوانین اور سزا کے ذریعے نظم قائم کرنے پر زور دیا۔ Mandate of Heaven کے تصور نے حکمران کے اقتدار کو اخلاقی ذمہ داری سے جوڑا اور اس امر کی گنجائش پیدا کی کہ ظالم یا نااہل حکمران اپنے اقتدار کا اخلاقی جواز کھو سکتا ہے۔

تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تہذیبوں میں حکمران کی ذمہ داری، اخلاقی کردار، ریاستی نظم، قانون، خاندان اور معاشرتی استحکام کو اہمیت حاصل ہے، تاہم دونوں کے فکری مصادر اور نظریاتی بنیادیں مختلف ہیں۔ اسلامی نظام میں عدل کا تصور وحی، تقویٰ، انسانی مساوات اور آخرت کی جواب دہی سے مربوط ہے، جبکہ چینی روایت میں عدل زیادہ تر اخلاقی کردار، سماجی ہم آہنگی، شاہی نظم اور ریاستی قانون کے ساتھ وابستہ رہا۔

نتائجِ تحقیق

تحقیق کے نتیجے میں درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

1. اسلامی اور چینی تہذیب دونوں نے مضبوط اور منظم نظامِ حکمرانی کو معاشرتی استحکام کے لیے ضروری قرار دیا۔
2. اسلامی نظامِ حکمرانی کی بنیاد فکری بنیاد قرآن و سنت ہے۔
3. اسلامی حکمرانی میں عدل، امانت، شوریٰ، مساوات اور احتساب بنیادی اصول ہیں۔
4. اسلامی تصور میں حکمران قانون و شریعت سے بالاتر نہیں بلکہ جواب دہ ہے۔
5. ریاستِ مدینہ اسلامی نظامِ حکمرانی کی اولین عملی مثال پیش کرتی ہے۔
6. خلفائے راشدین کے ادوار میں عدل، احتساب اور رعایا کی فلاح کے اصولوں کو عملی صورت دی گئی۔
7. اسلامی تہذیب میں قضاء، مظالم اور حسبہ جیسے اداروں نے عدل و احتساب کے نظام کو مضبوط کیا۔

---

[1] ڈاکٹر طہٰ حسین، حضرت عثمان (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1987) 27۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

8. چینی تہذیب کا نظامِ حکمرانی مختلف شاہی خاندانوں اور فکری مکاتب کے ذریعے ارتقا پذیر ہوا۔
9. کنفیوشسی فکر نے چینی حکمرانی میں اخلاقی کردار اور سماجی ہم آہنگی کو بنیادی اہمیت دی۔
10. Legalismنے قانون، ریاستی طاقت اور سزا کے ذریعے نظم قائم کرنے پر زور دیا۔
11. Mandate of Heavenنے چینی حکمران کے اقتدار کو اخلاقی جواز سے وابستہ کیا۔
12. اسلامی اور چینی دونوں تہذیبوں میں حکمران کے اخلاقی کردار کو اہمیت حاصل رہی۔
13. دونوں تہذیبوں میں قانون اور ریاستی نظم معاشرتی استحکام کے بنیادی ذرائع تھے۔
14. اسلامی نظام میں انسانی مساوات ایک بنیادی اصول ہے، جبکہ روایتی چینی معاشرے میں سماجی مراتب اور خاندانی تعلقات کو زیادہ اہمیت حاصل رہی۔
15. اسلامی تصورِ عدل وحی اور آخرت کی جواب دہی سے مربوط ہے۔
16. چینی تصورِ عدل میں اخلاقی کردار، سماجی ہم آہنگی اور ریاستی نظم زیادہ نمایاں ہیں۔
17. اسلامی نظام میں شوریٰ سیاسی فیصلوں کے لیے اہم اصول ہے، جبکہ چین میں شاہی بیوروکریسی اور مشاورتی اداروں نے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔
18. اسلامی قاضی کا منصب مخصوص عدالتی ادارے کی حیثیت رکھتا تھا، جبکہ روایتی چین میں انتظامی اور عدالتی اختیارات کا امتزاج زیادہ نمایاں تھا۔
19. دونوں تہذیبوں میں خاندان کو معاشرتی استحکام کی بنیادی اکائی سمجھا گیا۔
20. دونوں تہذیبوں کے تاریخی تجربات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ محض سیاسی طاقت پائیدار حکمرانی کے لیے کافی نہیں بلکہ اخلاق، قانون، نظم اور عوامی اعتماد بھی ضروری ہیں۔
21. دونوں نظاموں کے درمیان سب سے بنیادی فرق ان کے مصدرِ قانون، تصورِ حاکمیت، آخرت، مساوات اور حکمران کی جواب دہی کے تصورات میں ہے۔
22. عصر حاضر میں دونوں تہذیبوں کے تاریخی تجربات کا مطالعہ بہتر حکمرانی، عدل، احتساب اور معاشرتی استحکام کے مباحث میں مفید رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

سفارشات و تجاویز

1. اسلامی اور چینی نظامِ حکمرانی کا مطالعہ بنیادی اور مستند مصادر کی روشنی میں کیا جائے۔
2. ریاستِ مدینہ اور قدیم چینی ریاستی نظام کا خصوصی تقابلی مطالعہ کیا جائے۔
3. خلفائے راشدین کے نظامِ حکمرانی اور کنفیوشسی سیاسی فکر کا تفصیلی تقابل کیا جائے۔
4. اسلامی تصورِ شوریٰ اور چینی شاہی بیوروکریسی کے باہمی تقابلی مطالعے کو فروغ دیا جائے۔
5. اسلامی قضاء، مظالم اور حسبہ کا تقابل چینی تاریخی عدالتی اداروں کے ساتھ کیا جائے۔
6. قرآن کے تصورِ عدل اور کنفیوشسی تصورِ Yiکا تقابلی فکری مطالعہ کیا جائے۔
7. اسلامی تصورِ حکمران کی جواب دہی اور چینی Mandate of Heavenکا خصوصی تقابلی جائزہ لیا جائے۔
8. دونوں تہذیبوں میں انسانی حقوق اور اقلیتوں کے حقوق پر مستقل تحقیقی مطالعات کیے جائیں۔
9. اسلامی معاشی عدل اور روایتی چینی معاشی نظم کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔
10. اسلامی تہذیب میں احتسابی اداروں اور چینی بیوروکریٹک نگرانی کے نظام کا مطالعہ کیا جائے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

مصادرومراجع

1. قرآن کریم
2. ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، کتاب العبر و دیوان المبدا والخبر، مکتبۃ التجاریۃ، 1994ء
3. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، ادارۃ الحرم لاہور، 1316ھ
4. ابن ماجہ، محمد بن زید، سنن ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، س ش نامعلوم
5. اصبہانی، ابو نعیم احمد بن عبداللہ، المسند المستخرج علی صحیح الامام المسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ش نامعلوم
6. ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، 1994م
7. ابن کثیر، حافظ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل ابن عمر، دار الطیبہ، للنشر والتوزیع، طبع ثانیہ، 1420ھ
8. ابن جریر طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، تاریخ الامم والملوک، دارالتراث بیروت، طبع ثانیہ، 1387ھ
9. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک، 1305ھ
10. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، تحقیق محمد سعید بسیونی، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1410ھ
11. ترمذی، الامام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی، سعید ایچ ایم کمپنی کراچی، س ش نامعلوم
12. التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت، 1405ھ
13. حنبل، امام احمد ابن حنبل، مسند حنبل، مؤسسۃ قرطبہ القاھرہ، س ش نامعلوم
14. خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل اردو بازار لاہور، 2009م
15. دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن دارمی، دارالکتاب العربی بیروت، 1407ھ
16. رومی، جلال الدین مولانا، مثنوی معنوی، سازمان چاپ تہران، س ش نامعلوم
17. زبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، دارالہدایۃ، بیروت س ش نامعلوم
18. زرکلی، خیر الدین بن محمود بن علی الاعلام، دارالعلم للملا ئیین بیروت، 2002م
19. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1407ھ
20. علاؤالدین، علی بن حسام، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسہ، 1401ھ
21. عیسٰی، ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری، شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ش نامعلوم
22. عز الدین، ابن عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، مطبع حسینیہ قاہرہ، 1934م
23. عسقلانی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، مطبع دائرۃ النظامیہ الہند، طبع اول، 1326ھ
24. الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، المستصفٰی فی علوم الاصول، مطبع امیریہ، بولاق قاہرہ، 1322ھ
25. قرطبی، ابو عمر یوسف بن عبداللہ، جامع بیان العلم و فضلہ، دار ابن جوزی، سعودی عرب، 1994ء
26. مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، طبع ثانیہ 1375ھ
27. النسائی، ابو عبدالرحمٰن، احمد بن شعیب، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، س ش نامعلوم